قیامِ امن کی نبوی ﷺ جدوجہد

سعید الرحمٰن (ایل ایل ایم شریعہ) لیکچرر ادارہ علوم اسلامیہ وعربیہ
بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان (پاکستان)

(۲)

حلف الفضول کی تجدید کی اس مجلس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک تھے جس سے زمانہ ماقبل نبوت سے ہی امن دوستی اور مظلوموں کی دادرسی جیسے بنیادی اصولوں سے آپ کی ناقابل تنسیخ وابستگی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں آپ کا اپنا ارشاد گرامی ہے کہ میں عبداللہ بن جدعان کے گھر میں حلف اٹھانے میں شریک تھا، اور سرخ اونٹوں (عربوں کا اس وقت کا بیش قیمت متاع) کے گلے کے عوض بھی اس شرکت کے اعزاز سے دستبردار ہونا نہیں چاہتا اور اگر اب زمانہ اسلام میں بھی مجھے کوئی اس کی دہائی دے کر پکارے تو میں اس کی مدد کے لئے لپکوں گا۔

نہ صرف یہ بلکہ مورخین کے مطابق آپ زمانہ اسلام (ماقبل ہجرت) میں بعض اوقات اس میں موثر عملی حصہ لیتے نظر آتے ہیں۔ (۱۵)

ب۔ مکہ مکرمہ میں عدم تشدد کی پابندی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد جب اپنی دعوت کا آغاز کیا تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ کسی نے بھڑوں کے چھتے کو چھیڑ دیا ہو، آپ کی دعوت قبول کرنے والوں کو چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دینے اور مادرزاد ننگا گھر سے نکال دینے کے واقعات تو معمولی بات تھے یہاں کے علاوہ ان پر ظلم و ستم کا ہر حربہ آزمایا گیا، دہکتی آگ کو ننگی پشت کی چربی سے سرد کیا گیا، عین دوپہر کے وقت تپتی ہوئی زمین پر انہیں رگیدا گیا، حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو برچھی سے انتہائی وحشیانہ طریقے سے شہید کیا گیا، کسی کے ہاتھ پاؤں سرکش اونٹوں سے باندھ کر انہیں مخالف سمتوں میں دوڑایا گیا کہ بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، آپ کے ماننے والے ہی نہیں، خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جبر و تشدد کا نشانہ بنے، چنانچہ آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے اور گھر میں غلاظت پھینکے جانے کے واقعات تو روزمرہ کی بات تھی، اس کے علاوہ آپ کی گردن مبارک میں پھندا ڈال کر اس سختی سے گلا گھونٹنے کی کوشش کی گئی کہ آنکھیں باہر ہو سکتی تھیں۔ آپ کی پشت مبارک کو عین سجدہ کی حالت میں اونٹ کی نجاست بھری اوجھڑی سے آلودہ کیا گیا۔ طائف کے شہر میں پتھروں کی اس قدر تسلسل سے بارش ہوئی کہ آپ خون میں نہا گئے، اور آپ کو تین سال تک اپنے قبیلہ کے تمام افراد کے ساتھ خواہ انہوں نے دعوت قبول کی ہو یا نہ کی ہو، شعب ابی طالب میں محصور رکھ کر آپ کا مکمل سوشل بائیکاٹ کیا گیا۔ گویا مکہ مکرمہ کے تیرہ سالہ عرصے میں قریش کی جانب سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کے خلاف ظلم و تشدد اور جبر و ستم کا ہر جسمانی و نفسیاتی حربہ آزمایا گیا، لیکن آپ نے اس

موقع پر اپنے ساتھیوں کو جوابی تشدد سے روکے رکھا، گو جبر مسلسل اور متواتر تشدد کا جواب دینا ہر لحاظ سے درست اور معقول تھا۔ لیکن اندیشہ اس امر کا تھا کہ اس طرح کے ردعمل سے معاشرہ خانہ جنگی کا شکار ہو جائے گا، اور بدامنی کا ماحول تشکیل پا جائے گا۔ جو آپ کو کسی طرح گوارا نہ تھا۔ الغرض حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ نے جو کچھ کیا، اس کا ایک ایک عمل صبر و تحمل، راستی دیانت امن و آشتی اور عفو و درگذر کا اعلیٰ ترین نمونہ تھا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے درست کہا کہ مظلومی میں صبر، مقابلے میں عزم معاملے میں راستبازی اور طاقت و اختیار میں درگذر تاریخ انسانیت کے وہ نوادر ہیں جو کسی ایک زندگی کے اندر اس طرح کبھی جمع نہیں ہوئے (۱۲)

ج:۔ میثاقِ مدینہ۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو مادی لحاظ سے نہ سہی لیکن انصار کے ایثار اور مہاجرین کے صبر جیسے بیش قیمت "اسلحہ" کے سبب آپ کو ایک بالادست حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود آپؐ نے مدینہ منورہ کو امن و آشتی کا گہوارہ بنانے کی خاطر مدینہ کے غیر مسلموں کے ساتھ فریقین کے نقطۂ نظر سے ایک آبرومندانہ معاہدہ کیا، جو تاریخ میں میثاق مدینہ کے نام سے معروف ہے۔ اس معاہدے کی دستاویز کے مطالعے سے نہ صرف آپ امن عالم کے حقیقی علمبردار کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں، بلکہ درج ذیل مقاصد بھی اجاگر ہوتے ہیں:

(۱) ہر آبادی کو پرسکون زندگی بسر کرنے کے مواقع فراہم کیے جائیں تاکہ وہ یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ معاشی جدوجہد میں مصروف رہے، اولاد کی بہتر سے بہتر تربیت کرے، اور معاشرتی ذمہ داریوں کو احسن طریقے پر انجام دے۔

(۲) کسی فرد و گروہ کے عقائد و رسوم پر نامناسب پابندی عائد نہ کی جائے۔

(۳) فتنہ و فساد اور بدامنی کا مکمل سدباب کیا جائے۔

(۴) بیرونی حملوں اور یورشوں کی روک تھام کی جائے کہ اس سے نہ صرف داخلی امن برباد ہوتا ہے، بلکہ لوگوں کے وسائل معاش، تربیت اولاد، تحفظ جان و مال اور معاشرتی فرائض کی ادائیگی کا ہر نظام درہم برہم ہو جاتا ہے، اور زندگی پوری فضا بے یقینی کے طوفانوں کی جولانگاہ بن جاتی ہے۔(۱۸)

شامی عالم ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی کے بقول اس دستاویز میں عدل اجتماعی، دینی رواداری اور معاشرے کے مشترکہ مفادات کے حصول کے لئے باہمی تعاون کے اصول پائے جاتے ہیں(۱۹)

عہد نبوی کی تشکیل

اسلام عالم انسانیت کے لئے امن و آشتی، محبت و اخوت اور فلاح و بہبود کا نقیب بن کر آیا اس میں جنگ آزمائی، خونریزی ... اور غارتگری کے لئے کیسے گنجائش ہو سکتی تھی، لیکن اس کے باوجود قریش مکہ کے غرور و تکبر، جبر و تشدد اور جور و ظلم نے ہر امن و حق پرست انسانوں کا جینا دوبھر کر دیا حالانکہ ان کی نیکوکاری، حق پرستی اور امن پسندی

کسی کے لئے باعث تکلیف تو کیا باعث سکون و راحت ہی تھی بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبور ہو کر ایک جماعت کو حبشہ جانے کی اجازت دی۔ لیکن قریش مکہ نے ان کا وہاں بھی تعاقب ترک نہ کیا۔ بعد ازیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نسلوں کے گھر بار چھوڑ کر مدینہ منورہ ہجرت کر گئے لیکن قریش کی ایذاء رسانیوں کا سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا گیا۔ ایسے حالات میں حفاظت خود اختیاری اور عملی اقدام سے کوئی مفر نہ تھا۔ جو اس دنیا میں ہر امن معاشرہ کا اولین فطری حق ہے اور اس پر عالمی امن کا انحصار بھی ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم نے واضح کیا، کہ اگر امن شکن گروہوں کی سرگرمیوں کی روک تھام نہ کی جائے تو زمین فساد کی آماجگاہ بن جاتی ہے۔ (۲۰)

۵: صلح حدیبیہ (۲۱)

سنہ ۶ھ میں حدیبیہ کے معاہدے سے تو آپ کی امن پسندی کے چرچے عرب سے باہر بھی پہنچ گئے، اس معاہدہ کا پس منظر یہ ہے کہ آپ چودہ سو صحابہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں عمرہ کے لئے داخل ہونا چاہتے تھے، لڑنے کا چونکہ کوئی ارادہ نہ تھا۔ اس لئے مروجہ دستور کے مطابق.... تلواریں نیاموں میں تھیں اور پھر آپ نے اپنی امن پسندی کے ثبوت کے طور پر مضافات مدینہ کے اعراب کو بھی اپنے ساتھ زیارت بیت اللہ کے لئے چلنے کا پیغام دیا، حالانکہ وہ غیر مسلم تھے، چنانچہ مسلمان اپنے ساتھ ستر اونٹ قربانی کے لئے لے کر چلے، اور ان پر مقررہ علامات بھی لگا دیں، تاکہ لوگ جان لیں کہ یہ صرف بیت اللہ کے ارادے سے عازم سفر ہیں اور ساتھ ہی "تلبیہ" کے کلمات بھی ادا کئے جا رہے تھے۔

جب آپؐ مکہ سے دو منزلوں کے فاصلے پر تھے، آپؐ کو یہ خبریں ملنے لگیں کہ قریش کو نہ صرف آپؐ کی آمد کا علم ہو چکا ہے بلکہ دو سو افراد پر مشتمل ایک دستہ آپؐ کا راستہ روکنے کے لئے مستعد اور تیار رہے۔ مزید برآں اگر مسلمان مکہ میں داخلے پر اصرار کریں گے تو قریش پورے لاؤ لشکر کے ساتھ مقابلے پر اتر آئیں گے، اور ساتھ ہی عربوں میں یہ پروپیگنڈہ کیا جائے گا کہ یہ لوگ حج کی عبادت میں خلل ڈالنے اور حرمت والے مہینوں میں لڑائی کے ارادے سے آئے ہیں۔

چنانچہ آپؐ نے اپنے دین امن کے تقاضوں کے پیش نظر قریش کی منصوبہ بندی بھانپتے ہوئے ان راستوں سے ہٹ کر آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا، جن پر قریش نے نگرانی قائم کر رکھی تھی، یہاں تک کہ مکہ سے تقریباً تیس کلومیٹر کے فاصلے پر حدیبیہ مقام پر آپؐ کی اونٹنی "قصواء" بیٹھ گئی، اور اس نے اٹھنے سے انکار کر دیا۔ بعض افراد نے اسے اونٹنی کی ہٹ دھرمی سمجھا، لیکن آپؐ نے اسے منشاء خداوندی قرار دیا، اور ساتھ ہی واضح کر دیا کہ آپؐ قریش کی جانب سے پیش کردہ قیام امن کی ہر پیش کش کو تسلیم کریں گے، بشرطیکہ اس میں اللہ کی حرمات کی عظمت اور صلہ رحمی کے تقاضے مجروح نہ ہوتے ہوں، پھر آپؐ نے صحابہ سے وہیں خیمے نصب کروائے، اور حکم خداوندی کے انتظار کے لئے ارشاد فرمایا۔

صلح کی بات چیت سے قبل آپؐ کی امن پسندی کے شواہد:

(۱) اس دوران قریش کے بعض افراد آنکھ بچا کر لشکر اسلام میں داخل ہو گئے تاکہ وہ نماز کے اوقات میں مسلمانوں کو غافل پا کر ان پر وار

کر سکیں۔ لیکن وہ لشکر کی حفاظت پر مامور عملہ کے ہاتھوں گرفتار ہو کر آپؐ کی خدمت میں لائے گئے، آپؐ نے ان کے اس جرم کو معاف کر کے رہا کر دیا، کیونکہ آپؐ کسی بھی طور پر اپنے مقاصد امن و آشتی کو کسی ردِ عمل سے ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتے تھے۔

(۲) بعد از یں بدیل بن ورقاء خزاعی، قریش کے ایلچی کے طور پر آپؐ سے گفتگو کے لئے آیا، واپس جاکر اس نے آپؐ کی امن پسندی اور جنگ سے بیزاری کے جذبات کا اعتراف کیا اور قریش کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا، کہ وہ آپؐ کو مکہ میں داخل ہونے دیں، لیکن قریش نے اس پر آپؐ سے ساز باز کرنے کا الزام لگایا، جس پر وہ ناراض ہو کر قریش سے علیحدہ ہو گیا۔

(۳) پھر عروہ بن مسعود ثقفی نے قریش کے نمائندہ کی حیثیت سے آپؐ سے بات چیت کی، اور آپؐ کے ساتھ صحابہ کے والہانہ تعلق کا مشاہدہ کیا، واپس جاکر اس نے بھی قریش کو آپؐ سے مصالحت کرنے کا... خیر خواہانہ مشورہ دیا۔

(۴) عروہ کے بعد حلیس بن علقمہ قریش کی جانب سے گفتگو کے لئے آیا لیکن اسے دور سے ہی مسلمانوں کا لباس احرام دیکھ کر اہل ایمان کی صلح جوئی کا یقین ہو گیا، چنانچہ بغیر گفتگو کے واپس چلا گیا، اور جاکر اپنے خیالات سے آگاہ کیا۔ قریش کو اپنے ایلچیوں کے یکساں تاثرات سن کر اپنے اس فیصلے پر نظر ثانی کرنی پڑی، کہ مسلمان کسی صورت میں مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے، اب وہ صرف اس پر اصرار کرنے لگے، کہ مسلمان اس سال مکہ میں نہ آئیں، بعد از یں کچھ ایام تک قریش کی طرف سے ایلچیوں کی آمد موقوف رہی، چنانچہ آپؐ

نے امور صلح کے لئے پیش قدمی کے طور پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے
اتندے کی حیثیت سے مکہ بھیجا۔ چند دن بعد حضرت عثمان کی شہادت
کی افواہ پھیلنے پر آپؐ نے صحابہ سے بیعت رضوان لی کہ مسلم قانون کے
مطابق سفیر کے قتل پر مجرموں سے بدلہ لیا جائے گا۔ بعد ازاں یہ خبر
درست ثابت نہ ہوئی، اور ساتھ ہی قریش نے اپنے معزز یا میں سہیل بن عمرو
مصالحت کی بات چیت کے لئے بھیجا۔

ت چیت کے دوران اور صلح کے بعد آپؐ کی امن خواہی کے واقعات

۱) آپؐ نے حالت جنگ کے خاتمے اور پرامن فضا کے قیام کے لئے
سہیل بن عمرو کی ایسی شرائط بھی تسلیم کر لیں، جو بادی النظر میں مسلمانوں
کی کمزوری ظاہر کرتی تھیں۔ مثلاً یہ کہ مسلمان اس سال واپس لوٹ
جائیں، اور یہ کہ قریش کا کوئی شخص اپنے سرپرست کی اجازت کے
بغیر مدینہ آئے گا، تو قریش کے مطالبہ پر اسے واپس کر دیا جائے گا اور
کوئی مسلمان قریش کے پاس چلا گیا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔
شرائط سے مسلمانوں میں غم و اندوہ کی لہر دوڑ گئی، لیکن آپؐ
م پر استقامت کے ساتھ ڈٹے رہے۔
۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ صلح نامہ کی کتابت پر مامور تھے، انہوں نے
آغاز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم تحریر کر دی، وہ قریش کے نمائندے
اس پر اعتراض کیا، اور رواج کے دستور کے مطابق "باسمک
اللھم" لکھنے پر زور دیا، آپؐ نے صلح و آشتی کی خاطر اس مطالبہ
تسلیم کر لیا۔

(۳) بعد ازیں یہ عبارت تحریر کی گئی، کہ ان شرائط پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن عمرو سے مصالحت کی۔ اس پر سہیل نے کہا اگر ہم آپ کو رسول اللہ تسلیم کرتے تو نزاع ہی کیوں ہوتا، آپ نے اس حساس مسئلے پر بھی صلح کی بات چیت کو ناکام نہیں ہونے دیا، چنانچہ فرمایا، بلا شبہ میں اللہ کا رسول ہوں، لیکن یہاں لکھو وہ محمد بن عبد اللہ نے سہیل بن عمرو سے مصالحت کی، صلح کی بات چیت کے دوران، ایک اضطراب انگیز واقعہ پیش آگیا، جس نے صحابہ کرام میں یک گونہ اشتعال بھی پیدا کر دیا۔ سہیل بن عمرو کے صاحبزادے ابو جندل مسلمان ہو چکے تھے، اور انہیں زنجیریں پہنا کر قید کر دیا گیا تھا، وہ کسی طرح پا بہ زنجیر حدیبیہ پہنچ گئے۔ سہیل نے دیکھتے ہی مطالبہ کر دیا کہ معاہدے کی شرط کے مطابق اسے واپس کیا جائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابھی تو تحریر مکمل نہیں ہوئی۔ سہیل نے اس پر صلح کی بات چیت ختم کرنے کی دھمکی دیدی، آپ نے کہا اسے میری خاطر اجازت دیدو، اس پر سہیل کا ساتھی مکرز بن حفص تو تیار ہو گیا لیکن سہیل نے بہت ہٹ دھرمی سے کام لیا۔ اس موقع پر ابو جندل نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے بتایا کہ وہ بہت تکلیفیں جھیل چکے ہیں کیا انہیں دشمن کے سپرد کر دیا جائے گا۔ یہ بات مسلمانوں کے لئے انتہائی پریشانی کا باعث بن گئی، لیکن آپ کا ارشاد ہوا ابو جندل! صبر کرو اللہ جلد ہی تم لوگوں کی آسانی کے لئے کوئی راستہ نکال دے گا، اور بالآخر ابو جندل واپس کر دیے گئے، گویا آپ نے اس انتہائی جذباتی ماحول میں بھی اپنی امن پسندی کو داغدار نہ ہونے دیا اس سے آپ کی

امن و آشتی و مصالحت کے ساتھ وابستگی کی گہرائی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(۵) صلح کے کچھ عرصے بعد ابو بصیر نامی ایک صاحب مسلمان ہو کر مکہ سے مدینہ پہنچ گئے تو قریش نے ان کی واپسی کے لئے دو آدمی بھیج دیے۔ اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بصیر پر واضح کر دیا کہ معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا واپس چلے جاؤ، انہوں نے کفار کے ہاتھوں اذیتوں کا ذکر کیا، لیکن آپ نے معاہدہ کی پاسداری پر زور دیا۔ چنانچہ آپ کے مصمم ارادے کی وجہ سے ابو بصیر کو واپس جانا پڑا۔ دیگر الگ واقعہ ہے کہ راستے میں ابو بصیر نے ایک کو قتل کر دیا۔ جب کہ دوسرا بھاگ کر مدینہ آ گیا۔ ابو بصیر بھی مدینہ آ گئے اور پھر وہاں سے آزاد علاقے میں چلے گئے۔)

صلح ہوتے ہی عرب ہی میں بلکہ بیرون عرب بھی آپ کی امن پسندی اور صلح جوئی کا شہرہ پھیل گیا، چنانچہ اسی کا نتیجہ تھا کہ جب دو سال بعد آپ مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ تو آپ کے ہمراہ دس ہزار تھے۔ اور صرف دو سال بعد حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ سے زائد صحابہ آپ کی معیت میں تھے۔ انہی حقائق کے سبب آرنلڈ ٹوائن بی نے صلح حدیبیہ کو آپ کی سیاسی حکمت کا عظیم شاہکار قرار دیا ہے (۲۲)

الغرض رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی و عملی تعلیمات سے آپ کے داعی امن ہونے کی حیثیت نہایت واضح ہو کر سامنے آتی ہے۔ ایسے میں الک آشتہ دپسند دین کے حوالے سے اسلام کی مشتعا خت کرانے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا، کیونکہ اسلام کی حقیقی پہچان ہی یہ ہے

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہے لہٰذا اسلام کے داعیوں کے لئے زیادہ ضروری ہے کہ وہ اپنے مزاج میں رواداری، اپنے رویہ میں نرمی اور اپنے مخالفوں کے ساتھ پرامن بقائے باہمی کے جذبہ کو فروغ دینے کی سعی کریں، تاکہ انسانی معاشرے امن کا گہوارہ بن کر امن عالم کی راہ ہموار کرسکیں۔

حوالہ جات

۱۔ القرآن، سورۃ الحجرات، ۱۳

۲۔ احمد الشایب، سیرۃ النبی العربی ج ۲، ص ۴۶۴، مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، طبع اول ۱۳۹۸ھ ۱۹۷۸ء

۳۔ مولانا غلام رسول مہر، رسول رحمت ص ۸۸۷، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، بار دوم ۱۹۸۱ء

۴۔ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی، السیرۃ النبویۃ دروس وعبر ص ۸۲، دار القرآن الکریم بیروت، طبع اول ۱۴۰۴ھ ۱۹۸۴ء

۵۔ القرآن۔ سورۃ النساء ۱۳۵

۶۔ مولانا شبیر احمد عثمانی، فوائد موضح الفرقان عرف تفسیر عثمانی بذیل آیت نمبر ۸ سورۃ المائدہ۔

۷۔ القرآن۔ سورۃ المائدہ۔ ۲۔

۸۔ القرآن۔ سورۃ فصلت۔ ۳۴۔

۹۔ القرآن۔ سورۃ المائدہ۔ ۳۸

۱۰۔ القرآن، سورۃ المائدہ ۳۲۔

۱۱۔ القرآن، سورۃ الحجرات ۱۱۔ ۱۲۔
۱۲۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرت النبی ج ۲ ص ۲۰، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد طبع چہارم ۱۹۸۵ء
۱۳۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، رسول اکرم کی سیاسی زندگی ص ۷۵، دارالاشاعت کراچی، عکسی اشاعت ۱۹۸۶ء
۱۴۔ جو اسی دور میں تین افراد جن کے نام فضل تھے نے انجمن امداد مظلومین قائم کی تھی، اس میں شامل رضاکار متحدہ طور پر اپنے شہر میں ظالموں کا ہاتھ روکتے اور مظلوموں کو ان کا حق دلاتے تھے۔ (رسول اکرم کی سیاسی زندگی ص ۶۰)
۱۵۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ص ۵۹، ۶۰
۱۶۔ احمد الشامی، سیرۃ النبی العربی ۱/ ص ۱۹۰ اور اس کے بعد،
۱۷۔ مولانا غلام رسول مہر، رسول رحمت ص ۱۲۷
۱۸۔ ایضاً ص ۲۴۳۔
۱۹۔ ڈاکٹر مصطفی السباعی، السیرۃ النبویہ ص ۸۱
۲۰۔ القرآن سورۃ البقرۃ ۲/ ۲۵۱
۲۱۔ ابن القیم الجوزی، محمد بن بکر، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد ج ۲ ص ۱۲۲، ۱۲۳، دار الکتاب العربی، بیروت ایضاً، احمد الشامی سیرۃ النبی العربی ص ۶۸۶ تا ۷۰۲۔
۲۲۔ آر وی سی باڈلے، محمد رسول اللہ (ترجمہ سید محمد امین زیدی) ص ۲۹۶ مکتبہ عالیہ لاہور ۱۹۷۸ء

ختم شد